OPEN ACCESS

ABHATH

(Research Journal of Islamic Studies)

Published by: *Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.*

ISSN (Print) : 2519-7932

ISSN (Online) : 2521-067X

January-March-2024

Vol: 9, Issue: 33

Email:abhaath@lgu.edu.pk

OJS:https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

مسئلہ تقدیر کی تفہیم، فکرِ اقبال کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Understanding And Critical Analysis Of The Problem Of Destiny In The Light Of Iqbāl's View

Hafiz Arshid Iqbāl Naeemi

HOD, Department of Islamic Studies, Govt Khawaja Rafique Shaheed College, Lahore:

hafizarshad555@gmail.com

Abstract:

The issue of destiny has been important in theology. There is a vast difference between the prevailing meaning of destiny and the one prescribed by the Holy Qur'an. Allah Almighty says: "And the sun always moves towards its destination. This is the destiny of the All-mighty, the All-knowing "(Yaseen: 38). In addition to destiny, the word Qaza is also present in the Hadith. Due to the lack of understanding of the meaning of the word Taqdeer (تقدیر), sects like Jabariya and Qadariya were created. Allāmah Iqbāl The traditional meaning of destiny, which is defined as luck, is harsh criticism. The soul of his philosophy is 'Self'. If the traditional meaning of destiny would be taken, then the philosophy of self-determination would be over. 'In the eyes of Allāmah, this universe is Adam's working life, in which he has to bring all his possibilities and strengths into action. Every individual is a responsible being. He has to carry the burden of his action. For Allāmah, the universe is still immortal. Destiny refers to the time that is yet to be revealed in the future. Allāmah believes that Allah's knowledge of the future is in the form of possibilities and destinies that are endless, but man has to use his possibilities in this universe

Keywords: Destiny, theology, self, philosophy, immortal, possibilities, universe

تقدیر کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟ انسانی آزادی اور احکامِ الٰہی میں کیا نسبت ہے؟ انسان کیا مجبور محض ہے یا مختار کل؟ قسمت کا لکھا ٹل سکتا ہے یا نہیں؟ قسمت کے غلط تصور سے امت میں بے عملی کیسے پیدا ہوئی؟ قضا معلق اور مبرم میں کیا فرق ہے؟ کیا کائنات مکمل ہو چکی ہے یا اس میں اضافہ ہوتا رہے گا؟ کیا تقدیر سے مراد وہ زمانہ ہے جس کا

انکشاف ابھی ہونا ہے؟ ان سوالات کا جواب درج ذیل آرٹیکل میں قرآن مجید، احادیث رسول اور فکرِ اقبال کی روشنی میں دیا جائے گا نیز اس حوالے سے فکرِ اقبال پر وارد اعتراضات اور ان کے جوابات کو بھی زیر بحث لایا جائے گا۔

تقدیر کا لغوی معنی

امام راغب اصفہانی 'مفردات القرآن' میں رقمطراز ہیں:

"اَلْقَدْرُ وَالتَّقْدِيْرُ کے معنی کسی چیز کی کمیت کو بیان کرنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ وقَدَّرْتُہٗ اور قَدَّرَہٗ (تفعیل) کے معنی کسی کو قدرت عطا کرنا بھی آتے ہیں۔"[1]

آیات قرانیہ اور تقدیر الٰہی کا مفہوم

قرآن مجید کی مختلف آیات میں غور و فکر کے بعد لفظ 'تقدیر' کے مختلف استعمالات سے جو مفہوم واضح ہوتا ہے درج ذیل ہے:

انسانی بچہ کی پیدائش کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا "آغاز نطفہ" سے ہوتا ہے جو ایک محفوظ مقام (عورت کے بیضہ) میں قرار گیر ہوتا ہے۔ اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ فَقَدَرْنَا [2]

" کیا ہم نے تمہیں قطرۂ آب سے تخلیق نہیں کیا ؟ " پھر اس کو ایک معین اندازے تک محفوظ جگہ دی۔ پھر ہم نے اندازے مقرر کیے۔"

ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہ مدّت ہے جس تک جنین رحمِ مادر میں رہتا ہے اور اس کے لیے فطرت کا قانون مقررّ ہے۔ جنین کے لیے ان پیمانوں کے متعلق سورۃ 'الرعد' میں ارشاد ہوتا ہے کہ بعض اوقات رحمِ مادر میں بچہ ناتمام رہ جاتا ہے اور اکثر اوقات وہ مکمل ہو کر پیدا ہوتا ہے۔

سورۃ 'الاعلیٰ' کی دو آیات اس حوالے سے بڑی غور طلب ہیں جن میں ارشاد ہوا:

اَلَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى وَالَّذِيْ قَدَّرَفَهَدٰى [3]

---

[1] ۔اصفہانی، امام راغب، مفردات القرآن، (ترجمہ: محمد عبدہ فیروزپوری)، شیخ شمس الحق، اقبال ٹاؤن لاہور، ج ۲، ص ۸۳۰
Āṣfḥānī, Āmām Rāghib, Mufriddat-ul-Quran, (Translated by: Moḥammad Abduhu Fīrwzpuri), Shīkh Shams-ul- Ḥaq, Iqbāl Town, Lāhore, Vol-2, p-830

[2] ۔المرسلات، ۷۷ : ۲۰۔۲۳
Al-Qurʾān: 77:20-23

[3] ۔الاعلیٰ، ۸۷: ۲۔۳
Al-Qurʾān: 87:2-3

"اللہ نے تخلیق کا آغاز کیا۔ اس کا تناسب قائم کیا۔ پھر اس کے لیے ضروری پیمانے مقرر کیے اور راہنمائی کی۔"

سورۃ 'یٰسین' میں لفظ تقدیر کے معنی کس قدر واضح طور پر سامنے آتے ہیں' ارشاد فرمایا:

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّلَّهَا ذٰالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔[4]

"سورج اپنے مستقر کی طرف جا رہا ہے۔ یہ عزیز و حکیم کا مقرر کیا ہوا قانون (تقدیر) ہے۔"

اوپر ذکر کی گئی آیات اس بیان کے لیے واضح ہیں کہ قَدَّرَ، یُقَدِّرُ اور تقدیر کے معنی قانونِ فطرت کے ہیں' نہ کہ "انسان کی قسمت" کے۔ یہاں ایک اور نقطہ بھی قابل غور ہے۔ ان آیات میں "ذٰالِکَ تَقْدِیْرُالعَزِیْزِ العَلِیْمِ" کہا گیا ہے۔ یہ خدائے عزیز و علیم کی تقدیر ہے۔ خدا کی تقدیر کے معنی ہوں گے خدا کی طرف سے مقرر کردہ پیمانے یا قوانین خداوندی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تقدیر کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ اور ہمارے ہاں یہ لفظ کن معانی میں استعمال ہوتا ہے! قرآنِ کریم کی رُو سے 'تقدیر' خدا کی ہے۔ "انسان کی تقدیر" کہنا درست نہیں۔ خدا کی یہ تقادیر (قوانین فطرت) پہلے سے مقرر ہیں۔ انھیں عالمِ امر میں متعین کیا گیا تھا اور "کتاب فطرت" یا صحیفہ کائنات میں رقم کر دیا گیا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے "کتابِ مبین" کہا ہے۔

اقبال اور تصورِ تقدیر

حضرت علامہ نے اپنے خطبات "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" میں دوسرے، تیسرے اور چوتھے خطبے میں اس موضوع پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ ویسے تقدیر کے حوالے سے ان کے نظریے کی تاثیر (Impact) تو تقریباً ہر خطبے میں جلوہ گر ہے اور وہ اس لیے کہ اگر حضرت علامہ تقدیر کے اُس نقطہ نظر کے حامل نہ ہوتے جو انھوں نے اپنے ایڈریسز اور شاعری میں پیش کیا ہے تو اُن کا سارا تصورِ حیات عدم توازن کا شکار ہو جاتا۔ ان کے تصورِ حیات کی essence فلسفہ خودی ہے' اگر تقدیر کا وہ مفہوم قبول کر لیا جائے جسے عام مروج معنوں میں "قسمت" کہا جاتا ہے تو اثباتِ خودی یا تعبیرِ خودی کا مسئلہ ہی باقی نہ رہتا اور نفی خودی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آتا۔ حضرت علامہ کی نظروں میں یہ کائنات آدم کے سامنے کھول دی گئی ہے۔ جس میں اُسے اپنی تمام صلاحیتوں کو جلا بخشی ہے۔ حضرت اقبال کے نزدیک یہ جہاں، جہان نامی ہے چنانچہ ہر لحظہ بڑھتے رہنے والے جہان کی اس کیفیت پر قرآن مجید سے استدلال کرتے ہیں:

---

[4] ۔یٰسین،۳۶: ۳۸

Al-Qurʾān: 36:38

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ [5] ”وہ ہر آن نئی شان میں ہوتا ہے۔“

حضرت علامہ ”تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ“ کے دوسرے خطبے میں تقدیر کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"Destiny is time time regarded as prior to the disclosure of its possibilities. It is time freed from the net of causal sequence. " [6]

یہ جہاں جس میں آدم کو بسایا گیا ہے۔آدم کا تربیت کدہ بھی ہے اور تجربہ گاہ بھی۔اسے اپنی جملہ صلاحیتوں کی مدد سے یہاں اپنا مقام آپ پیدا کرنا ہے۔ہر فردِ آدم ایک ذمہ دار ہستی ہے، ہر ایک کو اپنے عمل کا بار خود اُٹھانا ہے‘ جیسا کہ سورۃ ’النجم‘ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى [7] ”کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے (کے گناہوں) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“

درج بالا آیت کریمہ سے واضح ہے کہ روز محشر انسان اسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کے احساس سے کھڑا ہو سکتا ہے جب یہ یقین ہو جائے کہ وہ صاحب ارادہ اور اپنی پسند و ناپسند کا مالک ہے۔انسان اگر فکرِ تازہ کا حامل ہے اور اپنی شخصی تعمیر کے لیے سرگرم ہے تو اس کی حیثیت کچھ اور ہے، اور اگر وہ کم ہمت ہے تو محروم ہے۔

”تشکیل جدید“ الٰہیاتِ اسلامیہ کے پہلے خطبے ’علم بالحواس اور علم بالوحی‘ کی ابتدائی سطور سے وجودِ آدم کے متعلق ایک مفہوم واضح ہوتا ہے‘ علامہ فرماتے ہیں:

“What is the character and general structure of the universe in which we live? Is there a permanent element in the constitution of this universe? How are we related to it? What place do we occupy in it, and what is the kind of conduct that befits the place we occupy?”[8]

پروفیسر محمد منور کے بقول:

”اس آخری جملے سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ آدم کو معنوی اعتبار سے کوئی بنا بنایا اور بندھا بندھایا وجود نہیں جانتے کہ جس طرح بنایا گیا بن گیا، جس طرح باندھ دیا گیا بندھ گیا۔یوں کہ اس میں ارتقاء و کمال کی کوئی اہلیت، ہمت

---

5 ۔الرحمٰن، ۵۵: ۲۹

Al-Qurʾān:55:29

6 Muhammad Iqbāl, Dr, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Iqbāl Akādmi Pākistān, Lāhore, 2019, p-40

7 ۔النجم، ۵۳: ۳۸

Al-Qurʾān: 53:38

8- Muhammad Iqbāl, Dr, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Iqbāl Akādmi Pākistān, Lāhore, 2019, p. 1

اور عزیمت موجود نہیں۔ "ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟" تقاضا کرتا ہے کہ اپنے طرزِ عمل کی تعیین خود آدم ہی کو کرنا ہے، اختیار (Choice) اس کا اپنا ہے۔ حضرت علامہ نے "تقدیر" کی اس تعبیر سے سخت اختلاف کیا ہے جسے عرفِ عام میں قسمت کہا جاتا ہے۔"[9] بقول اقبال:

فرنگی صید بست از کعبہ و دیر صدا از خانقاہاں رفت 'لا غیر'[10]

"انگریز نے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کو غلام بنالیا، اس دور کی خانقاہوں سے یہ آواز اٹھی کوئی غیر نہیں یعنی انگریز بھی اپنا ہے۔ جب میں نے یہ حکایت ملا سے بیان کی، تو اُس نے جواب میں دعا فرمائی، یارب عاقبت بخیر ہو، گویا صوفی و ملا دونوں نے طاغوتی طاقت کی اطاعت کی بات کی۔"

برصغیر کے مسلمانوں میں قسمت کا روایتی تصور یا عقیدہ "نفیِ خودی" کا متضمن ہے۔ اس خیال کے حامی افراد ولولے اور اولی العزمی کی دولت سے محروم رہتے ہیں۔ ان کی حیثیت بے جان اشیاء کی طرح ہو جاتی ہے یقیناً اس حیثیت سے انسان نیابت الٰہی کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔

اگر افراد پست ہمت ہوں تو پورا معاشرہ پست ہمت اور کج بیں ہوگا۔ نتیجتاً انفرادی نقصان اور اجتماعی نقصان میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ افراد کا رویہ کچھ اور ہو اور پورے معاشرے کا انداز کچھ اور۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ اگر اکثریت معیاری افراد کی ہو تو اس میں ایک تعداد غیر معیاری افراد کی بھی کھپ جائے، مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی قوم کے افراد کا غالب عنصر زوال پذیر اور غیر معیاری ہو اور وہ قلیل تعداد کے قابل اور اہل افراد کے باعث فطرت کی جانب سے عائد کردہ اصولی سزا سے بچ جائے۔

بقول اقبال

فطرت افراد سے اغماض کر لیتی ہے کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف![11]

اسی نظریے کو علامہ نے اپنے پانچویں خطبے "اسلامی ثقافت کی روح" میں یوں بیان کیا ہے:

---

9 ۔ محمد منور، پروفیسر، ایقان اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۲ء، ص ۵۱۔۵۲

Moḥammad Munawar, Professor, Āqān-e-Iqbāl, Iqbāl Akādmi Pākistān, 2012, p-51-52

10 ۔ کلیاتِ اقبال فارسی (ارمغان حجاز) اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۱۰۱

Kulliyyāt-I-Iqbāl Fārsi (Ārmghān Ḥājāz), Iqbāl Akādmi Pākistān, Lāhore, 2019, p. 101

11 ۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال اُردو (بال جبریل)، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۴۸۷

Moḥammad Iqbāl, Allāmah, Kulliyyāt-I-Iqbāl (Bāl Jībrīl), Iqbāl Akādmi Pākistān, Lāhore, 2018, p. 487

"قرآن مجید میں "ایام اللہ" انسانی علم کا تیسرا بڑا ماخذ ہیں۔ یہ قرآن کی تعلیم کا ایک بڑا لازمی حصہ ہے کہ اقوام کا اجتماعی حساب ہوتا ہے اور انہیں اپنے اعمال کی جزا و سزا یہاں اسی دنیا میں دی جاتی ہے۔"[12]

اس کے بعد علامہ درج ذیل آیاتِ الٰہیہ سے اپنی بات کو ثابت کرتے ہیں۔ پہلے وہ سورۃ 'ابراہیم' کی درج ذیل آیت کو بطورِ حوالہ لاتے ہیں: وَذَكِّرْهُمْ ۙ بِاَيّٰمِ اللهِ "لوگوں کو اللہ کے دنوں کی یاد دلاؤ"[13]

حضرت علامہ نے جب ملتِ اسلامیہ سے تعلق رکھنے والی اقوام کو عمومی طور پر جب "نیم مردہ" حالت میں دیکھا نیز پاک و ہند کے مسلمانوں کی حالت بھی ان کے سامنے تھی جو "تن بہ تقدیر" کی صورت حال پر راضی تھے تو گویا طنزاً کہا:

بہشتی بہر پاکان حرم ہست بہشتی بہر ارباب ہمم است[14]

"ایک بہشت حرم کے پاک لوگوں کے لیے ہے، ایک بہشت ہمت والے لوگوں کے لیے ہے۔ ہندوستان کے مسلمان کو بشارت دے دو کہ ایک جنت وہ بھی ہے جو خیرات کے طور پر دی جائے گی۔"

قرآن کی روشنی میں مفہوم بہت واضح ہے:

"وَاَنَّ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰىۙ"[15]

"انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے کوشش کی"

یہ اس قرآن کا فیصلہ ہے جسے حضرت علامہ "کتابِ زندہ" کہتے ہیں۔

خوار از مہجوری قرآن شدی شکوہ گنج گردشِ دوراں شدی[16]

---

12 ۔ محمد اقبال، علامہ، تجدیدِ فکریاتِ اسلام، (مترجم: ڈاکٹر وحید عشرت)، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۲۱، ص ۱۶۷
Moḥammad Iqbāl, Allāmah, Tajdid-e-Fikriyat-e-Islam (Mutarjim: Dr. Waheed Ishrat), Iqbāl Akādmi Pākistān, 2021, p-167

13 ۔ ابراہیم، ۱۴: ۵
Al-Qurʾān: 14:5

14 ۔ کلیاتِ اقبال فارسی (ارمغان حجاز) اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۲۱۰
Kulliyyāt-I-Iqbāl Fārsi (Ārmghān Ḥājāz), Iqbāl Akādmi Pākistān, Lāhore, 2019, p.210

15 ۔ النجم، ۵۳: ۳۹
Al-Qurʾān: 53:39

16 ۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال فارسی (اسرارِ خودی)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۱۹۳

کتاب زندہ کے ہوتے ہوئے مسلمان کیوں زوال پذیر ہوئے' علامہ کے نزدیک مسلمانوں کے اندر تقدیر پرستی کی ایک تاریخ ہے' تقدیر کا ترجمہ قسمت کے لفظ سے کیا گیا اس کے پیچھے بھی کچھ فلسفیانہ افکار اور کچھ سیاسی مصلحت پسندیاں تھی۔ قرآن مجید میں تسخیر ارض و سما اور نفخ روح والی آیات گویا استحکام و اثبات اور اقدام وارتقاء کے احکام ہیں اور یہیں سے صاحبِ ایمان دیگر مخلوقاتِ عالم سے جدا ہوتا ہے' اس لیے کہ دیگر مخلوقات احکامِ خیر و شر کی روشنی میں عمل پیرا نہیں ہوتیں۔ انھیں Choice نہیں دیا گیا۔ بقول اقبال:

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

لیکن یہی انسان جب ایمان سے محروم ہو جاتا ہے تو وہ کائنات کو تسخیر کرنا تو کجا انسانیت کے مقام سے بھی محروم ہو جاتا ہے اور حیوانی سطح کی جانب لڑھک جاتا ہے بلکہ نباتات و جمادات کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ انسان جیسی وسیع امکانات رکھنے والی مخلوق کے لیے لازم تھا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو متوازن رکھے۔ چنانچہ وحی کی ضرورت لاحق ہوئی تاآنکہ مجموعی طور پر اولادِ آدم ایک ایسے مرحلے میں داخل ہو گئی جہاں اس کے قوائے شعور اور ملکہ ہائے فہم و فراست سنِ بلوغ کو پہنچ گئے۔ اس لیے اُسے کامل ترین وحی اور کامل ترین اُسوہ (اسوۂ رسول اللہ ﷺ) دے کر تنبیہ کر دی گئی کہ اختیار خود تمہارا ہے۔ مگر ایک راہ تو صراط مستقیم ہے اور یہ توحید و رسالت کی راہ ہے۔ اس کے علاوہ کئی راہیں ہیں، وہ پر پیچ بھی ہیں اور منزل سے دور بھی۔ فیصلہ بہر حال انسان کا اپنا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا [17]

"بلاشبہ ہم نے انسان کے لیے سیدھا راستہ واضح کر دیا ہے اب چاہے تو وہ شکر گزار بندہ بنے' چاہے تو ناشکری کرے۔"

شخصیت کی ارادی تعمیر یا اختیارِ تقدیر کا مضمون حضرت علامہ کے کلام میں کئی جگہ وارد ہوتا ہے۔ "جاوید نامہ" میں علامہ فرماتے ہیں:

گر زیک تقدیر خوں گردد جگر خواہ از حق حکمِ تقدیرِ دگر [18]

Moḥammad Iqbāl, Allāmah, Kulliyyāt-I-Iqbāl Fārsi (Āsrār-ī-Khūdī), Iqbāl Akādmi Pākistān, Lāhore, 2019, p.193

[17] ۔الانسان،۷۶: ۳

Al-Qurʾān: 76:3

[18] ۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال فارسی (جاوید نامہ)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۱۲۳

Moḥammad Iqbāl, Allāmah, Kulliyyāt-I-Iqbāl Fārsi (Jāwīd Nāmā), Iqbāl Akādmi Pākistān, Lāhore, 2019, p.123

''اگر ایک تقدیر سے تمھارا جی جلتا ہے تو اُسے ترک کر دو اور اللہ سے دوسری تقدیر طلب کرو۔ تمھارا نئی تقدیر طلب کرنا بالکل جائز ہے، اس لیے کہ اللہ کی تقدیریں لاانتہا ہیں۔''

درج بالا نصیحت میں یہ کہا گیا ہے کہ نئی تقدیر کا فیصلہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا ہوگی تاکہ وہ نئی تقدیر کے اختیار کی توفیق دے اور صحیح تقدیر کی راہ پر ڈالے اور ہمت عطا فرمائے' تاکہ بہتر سے بہتر تقدیر کی طرف رستہ کھلتا چلا جائے۔ تقدیرات کی تماشا گاہ تو آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہاں خاک کے ذرے بھی ہیں اور چٹانیں بھی' شیشے بھی ہیں پہاڑ بھی' قطرے بھی ہیں سمندر بھی' سفینے بھی ہیں اور طوفان بھی' کبوتر بھی ہیں اور شاہین بھی' گیدڑ بھی ہیں اور شیر بھی' غلام بھی ہیں اور آزاد بھی' حاکم بھی ہیں اور محکوم بھی۔ اور خالقِ تقدیر جاننا چاہتا ہے کہ تم کس تقدیر کے طلب گار ہو؟ ہر فیصلہ ایک تقدیر ہے جس کے انتخاب اور اختیار کا نفع و نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ یہ تو واضح ہے کہ عالمِ خلق اور عالمِ امر ساتھ ساتھ ایک ہی وجود میں ہیں۔ قریب ترین ہمسائے اور ہمدم ہیں۔ لہٰذا ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ علامہ کے نزدیک افراد کے ہاتھوں میں اقوام کی تقدیر ہے۔ جیسے وہ فرماتے ہیں:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا[19]

پروفیسر محمد منور اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مٹی باریک ہو تو اسے ہوا اُڑا لے جاتی ہے، جم کر ٹھوس ہو جائے تو پھر آندھیاں بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں' اس لیے کہ اس کی تقدیر بدل چکی ہوتی ہے۔ پہلی تقدیر غبار کی تقدیر تھی' دوسری تقدیر پتھر کی سی تقدیر بن چکی تھی۔ مٹی پانی کو جذب کر سکتی ہے، گرمی اور سردی کو بھی جذب کر سکتی ہے' وغیرہ وغیرہ درجنوں امکانات ہیں اور یہ سب خاک کی تقدیریں ہیں۔ خاک کی ہر تبدیلی تقدیر کی تبدیلی ہے۔ پتھر شیشے سے ٹکرائے تو کیا کیفیت ہوتی ہے۔ وہی پتھر بکھر جائے تو بے شک اسے بھی ہوا اُڑا لے جائے۔ پانی کے عمودی امکانات ظاہر ہیں۔ ایک خاص درجے پر سرد ہو کر منجمد ہو جائے تو اس کی تقدیر چٹانوں کی اور فرشِ سنگ کی تقدیر اور ایک خاص درجے پر گرم ہو کر بخار بن

---

19 محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال فارسی (ارمغان حجاز)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۷۱۳
Kulliyyāt-I-Iqbāl Fārsi (Ārmghān Ḥājāz), Iqbāl Akādmi Pākistān, Lāhore, 2019, p.713

جائے تو اس کی تقدیر ہوا کی تقدیر ہوتی ہے۔ لوہے میں آگ سمائی ہو تو آگ کی طرح جلانے لگتا ہے اور زیادہ گرم ہو جائے تو موم کی طرح ہر صورت میں ڈھلنے لگتا ہے۔"[20]

موم منجمد ہو جائے تو موم کی طرح ہر صورت میں ڈھلنے لگتا ہے۔ موم منجمد ہو جائے تو اس کا تقدیری رشتہ سنگ سے اُستوار ہو جاتا ہے، پھر وہ ٹوٹ تو سکتی ہے مگر مختلف شکلوں میں ڈھل نہیں سکتی۔ غرض ہر شے کے امکانات کا صحیح اندازہ اس کی تقدیر ہے اور ہر شے میں جو جو تبدیلی واقع ہو اُسے ہم تبدیلیٔ تقدیر کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح نباتی تقدیریں اور حیوانی تقدیریں ہیں' بے حد' بے حساب' لاانتہا۔ آدم میں مشاہدہ و تجربہ سے متاثر ہونے کی اہلیت موجود ہے اور خواصِ اشیاء سے آگہی اس کی وہ فضیلت ہے جس نے اس کے رُوبرو فرشتوں کو عاجز کر دیا تھا، اگر علم و آگہی کی بے پناہ وسعت کے باوصف وہ اپنے لیے کوئی بہتر معیار اور پیمانہ مقرر نہیں کر سکتا تو گویا وہ اپنی تقدیری صلاحیتوں کو کام میں لانے سے قاصر رہا۔ تقدیر کا درج بالا مفہوم حضرتِ علامہ نے بلاشبہ قرآن کریم کی اُن آیات سے اخذ کیا جو بالکل آغاز میں دی گئی ہیں جیسے سورۃ یٰسین میں ارشاد فرمایا:

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ [21]

" اور سورج اپنی مقررہ منزل کے لئے چلتا رہتا ہے یہ عزیز و علیم کی تقدیر ہے"

علامہ کے تصورِ تقدیر کے مطابق جملہ معیار اور پیمانے انسان کی آنکھوں کے سامنے ہیں' امکانات و تقدیرات کا کارخانہ کھلا ہے' انسان خلوص کے ساتھ تقدیر کا انتخاب کرے اور پھر اس تقدیر کے حصول کی خاطر اپنے اندر اہلیت پیدا کرے۔ تقدیرات بہتر سے بہتر موجود ہیں۔ لہٰذا بہتر سے بہتر کی طرف بڑھتے جایئے اور تبدیلیٔ تقدیر کے باب میں اللہ کے حضور دعا گو رہ کر توفیق طلب کرتے رہیے۔ "خودی کا نصب العین یہ نہیں کہ انسان صرف دیکھے بلکہ یہ ہے کہ وہ کچھ بن جائے۔

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا　　　کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں[22]

---

[20] ۔ محمد منور، ایقانِ اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، بی پی ایچ پرنٹر لاہور، ۲۰۱۲، ص ۶۹۔ ۷۰

Moḥammad Munawar, Professor, Āqān-e-Iqbāl, Iaqbal Akādmi Pākistān, Lāhore, 2012, p-69-70

[21] ۔ یٰسین، ۳۶: ۳۸

Al-Qurʾān: 36:38

[22] ۔ کلیاتِ اقبال فارسی (ارمغان حجاز) اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۷۴۷

Kulliyyāt-I-Iqbāl Fārsi (Ārmghān Ḥājāz), Iqbāl Akādmi Pākistān, Lāhore, 2018, p.747

علامہ کے تصور تقدیر پر نقد

اقبال کے نزدیک 'تقدیر' سے مراد دراصل وہ زمانہ ہے جس کے امکانات کاانکشاف ابھی ہونا ہے۔ علامہ کے بقول: "یہ زمان بحیثیت ایک نامیاتی کل ہے جسے قرآن نے تقدیر یا مقدر کہا ہے۔ یہ وہ لفظ ہے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں نے بہت غلط سمجھا ہے۔ دراصل مقدر وہ زمان ہے جس کے امکانات کا انکشاف ہونا ابھی باقی ہے"[23]

علامہ کے درج بالا اقتباس پر الطاف احمد اعظمی نے علامہ کے مؤقف سے اختلاف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"اقبال کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ تقدیر خارج سے کسی ہستی پر وارد نہیں ہوتی بلکہ وہ وجود کا جزو لاینفک ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ اس کے اندر اس کے تمام ممکنات غیر مشخص صورت میں مضمر ہوتے ہیں جو عالم خارجی میں یکے بعد دیگرے ظہور میں آئیں گے ہمارے علم و مشاہدہ کے اعتبار سے درست ہے نہ کہ خدائے علیم و خبیر کے علم کے لحاظ سے۔ اس کے وسیع اور ہمہ گیر علم میں تمام پیش آنے والے واقعات بلاشبہ معین اور مشخص صورت میں موجود ہیں اور اپنے معینہ اوقات میں اس کے حکم سے ظہور میں آتے ہیں اور کبھی اس کے خلاف نہیں ہوتا۔ خدا کی نظر میں عالم ممکنات اور عالم وجود یکساں ہیں۔"[24] نیز وہ چند آیات قرآنیہ کا حوالے دیتے ہیں' جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" اور شیشے چاندی کے ہوں گے جنہیں انہوں نے ٹھیک ٹھیک اندازہ سے بھرا ہو گا۔"[25]

سورۃ 'عبس' میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" اللہ نے اسے کس چیز سے پیدا فرمایا ہے؟ نطفہ میں سے اس کو پیدا فرمایا، پھر ساتھ ہی (بچے کی خصوصیت) کا تعین فرمادیا۔"[26] نیز وہ لکھتے ہیں:

---

23 ۔ محمد اقبال، علامہ، تجدیدِ فکریاتِ اسلام، (مترجم: ڈاکٹر وحید عشرت)، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۲۱ء، ص ۶۹

Moḥammad Iqbāl, Allāmah, Tajdid-e-Fikriyat-e-Islam (Translated by: Dr. Waheed Ishrat), Iqbāl Akādmi Pākistān, 2021, p-69

24 ۔ اعظمی، الطاف احمد، خطباتِ اقبال، ایک مطالعہ، مکتبہ قاسم العلوم، رحمان مارکیٹ، غزالی سٹریٹ، ص ۷۹

Azami, Altaf Ahmed, Khutbat-e-Iqbāl Aik Mutala, Maktaba Qasim-ul-Aloom, Rehman Market, Ghazali Street, p-79

25 ۔ الانسان، ۷۶: ۱۶

Al-Qurʾān:76: 16

26 ۔ عبس، ۸۰: ۱۸۔۲۲

Al-Qurʾān:80:18-22

”تقدیر کا یہ تکوینی مفہوم ہے۔ کائنات کی ہر ذی روح اور غیر ذی روح شئ تقدیر الٰہی کی پابند ہے۔ کسی شئ کی مجال نہیں کہ وہ تکوینی طور پر اللہ کے ٹھیرائے ہوئے اندازے سے باہر چلی جائے۔ اللہ نے ہر شے کی طبعی ضرورت کے مطابق جو راہ عمل اس کے لیے مقرر کر دی ہے وہ اس کے مطابق ٹھیک طور پر اپنے طبعی وظائف انجام دے رہی ہے اور اس میں اس کو کسی طرح کی کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی جیسا کہ فرمایا گیا:

”اپنے بلند و برتر پروردگار کے نام کی پاکی بیان کرو جس نے (ہر چیز کو) بنایا اور نوک پلک درست کیے، اور جس نے درست اندازہ کیا پھر راہ (عمل) بتادی۔“ (الاعلیٰ: ۱۔۳)

تقدیر کے اس تکوینی مفہوم میں بلاشبہ جبر موجود ہے اور انسان کے جسم پر بھی اس تکوینی جبر کا اطلاق ہوتا ہے۔“[27]

الطاف احمد اعظمی صاحب کی آرا کو ذہن میں رکھ کر یہ دیکھنا مناسب ہوگا کہ تقدیر کے ضمن میں اقبال کا فہم اسلام کیا ہے؟ جو صاف موٴقف خطبات میں بیان ہوا ہے، وہی واضح موٴقف اقبال کی شاعری میں بھی ہے۔ خطبات میں اقبال برملا بیان کرتا ہے کہ انسان اپنے فکر و عمل میں آزاد ہے۔ یہ آزادی نہ ہو تو جزا اور سزا کا جواز باقی نہیں رہتا۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان مجبور بھی ہے اور مختار بھی جبکہ علامہ نے مجبور والے پہلو کو نظرانداز کر دیا ہے۔ جبر کے تناظر میں اقبال کا موٴقف جاننے کے لیے ان کی شاعری کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں مخاطب ہوتے ہیں:

مری دنیا میں تیری پادشاہی   تری دنیا میں میں محکوم و مجبور[28]

استعمار کی تدبیر کے بارے میں اس طرح رائے دی:

تدبیر کو تقدیر کے شاطر نے کیا مات   آثار کچھ کچھ نظر آتے ہیں کہ آخر[29]

مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں:

---

27 ۔ اعظمی، الطاف احمد، خطباتِ اقبال، ایک مطالعہ، مکتبہ قاسم العلوم، رحمان مارکیٹ، غزالی سٹریٹ، ص ۸۲۔۸۳

Azami, Altaf Ahmed, Khutbat-e-Iqbāl Aik Mutala, Maktaba Qasim-ul-Aloom, Rehman Market, Ghazali Street, p-82-83

28 ۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال اُردو (بال جبریل)، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۴۱۱

Moḥammad Iqbāl, Allāmah, Kulliyyāt-I-Iqbāl (Bāl Jībrīl), Iqbāl Akādmi Pākistān, Lāhore, 2018, p.411

29 ۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال اُردو (بال جبریل)، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۴۳۵

Moḥammad Iqbāl, Allāmah, Kulliyyāt-I-Iqbāl (Bāl Jībrīl), Iqbāl Akādmi Pākistān, Lāhore, 2018, p.435

''اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ گزشتہ صدیوں میں مسلمان جس انحطاط اور جمود و تعطّل کا شکار رہے، دوسرے وجوہ واسباب کے ساتھ اس میں ایک بڑا دخل ان کے تقدیر و قسمت کے غلط عقیدے اور تصوّر کا بھی ہے۔(جو یہ ہے کہ) قسمت کا لکھا مٹتا نہیں اور وہ ضرور پورا ہوتا ہے۔''[30]

مولانا موصوف اقبال کے مؤقف کو پوری طرح قبول کر رہے ہیں۔ وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ :

''انسان فطرتاً آزاد ہے، وہ اپنے اختیار اور ارادے سے خیر و شر دونوں کے کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔''[31]

خلاصہ بحث

اقبال کے نزدیک کائنات ابھی نا تمام ہے خالق کی طرف سے اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اقبال کے نزدیک ''تقدیر'' سے مراد وہ زمانہ ہے جس کا انکشاف مستقبل میں ابھی ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشھادۃ ہے۔ اس کے علم میں وہ سب امکانات موجود ہیں جو ہو سکتا ہے وقوع میں آئیں اور ہو سکتا ہے نہ آئیں۔ پس زمانے کی حرکت کا تصور جو اقبال کے ہاں ملتا ہے' ایک پہلے سے کھنچے ہوئے خط کی طرح نہیں کیونکہ یہ خط ہر انسان خود اپنے لیے ابھی کھینچ رہا ہے۔ اقبال کے خیال میں چونکہ پہلے سے کسی حتمی طور پر متعین مستقبل کا وجود ممکن نہیں' اس لیے مستقبل کے متعلق خدا کا علم امکانات اور تقدیرات کی صورت میں ہے جو لامتناہی ہیں۔ مگر انسان نے اس کائنات میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہے' اس لیے یہ کہنا کہ وہ اس دنیا کے میدان عمل میں وارد ہو کر بھی آزادی عمل کا حق نہیں رکھتا یا مجبور محض ہے یا اپنے مقدر کا پابند ہے' اُسے اُس کے مقصد کی تحصیل سے غافل کرنا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا۔ ایسی صورت میں نہ اس کا حال سنوارا جا سکتا ہے نہ مستقبل۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

30 ۔ اکبر آبادی، سعید احمد، مولانا، خطبات اقبال پر ایک نظر، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۳۶

Ākbar Abādi, Saeed Āhmad, Mwlānā, Khutbāt-e-Iqbāl per Āyk Nazar, Iqbāl Akādmi Pākistān, Lāhore, 1987, p-32

31 ۔ ایضاً: ۳۴

Ibid: p-34